محاسبہ جائزہ اور نمود سحر

از عبید اللہ قدسی

(کراچی لائبریری پرموش بیسرو ۱۹۷۲ء) صفحات ۳۶۸+۱۶ قیمت ۲۲ روپے)

تبصرہ: قاضی عبد القادر

عبید اللہ قدسی صاحب کی کتاب زیر تبصرہ خود ان کے مطابق برصغیر میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ۔ ہے۔ اس وسیع خاکے میں نمایاں خطوط (۱) اسلامی تاریخ (۲) ہمارے مسلمان حکمران (۳) برصغیر میں مسلمانوں کے علوم (۴) چھ سو برس کی علمی رفتار (۵) غلاموں کا مذہب (۶) اسلامی تعلیم اور علماء (۷) پاکستانی تہذیب (۸) اسلامی کلچر (۹) سود (۱۰) سائنس (۱۱) ہماری ثقافت میں فلسفیانہ افکار (۱۲) فلسفیانہ افکار میں ہمارا حصہ (۱۳) تصوف (۱۴) تعلیمی مسائل کا جائزہ (۱۵) تعلیمی منصوبہ بندی (۱۶) پاکستان کی تاریخ کا جائزہ (۱۷) نیا پاکستان (۱۸) تیسری دنیا (۱۹) چوتھی دنیا کے مسائل و افکار پر تبصرہ و جائزہ ہیں۔

ہندو پاکستان کی ثقافتی تہذیبی زندگی کے بارے میں قدسی صاحب کا ادعا یہی ہے کہ مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی...... ان کے خیال میں مسلم ہند کے شہنشاہی دور نے جہل، تعصب، اور طبقاتی مزاج کو عام کیا۔ سلاطین و حکمران کو ذوق و خودسر رہے۔ اہالیان کارنام کے پڑھے لکھے، امراء و روساء میں اولاً پیشتر بٹیر باز اور بعد میں ولائتیوں کے کاسہ لیس رہے اور ان اسباب سے صحیح معاشرتی

وحدت تہذیبی افتخار اور سیاسی استحکام کا قیام عمل میں نہ آسکا۔ ان تاریخی حقائق کا اثر ہم آج تک اپنی سماجی زندگی میں دیکھ رہے ہیں چاہے مسئلہ فلسفہ وحکومت کا ہو یا طب وجراحت کا ہو، تصنیف وتالیف کا ہو یا فن مصوری اور تعلیم وسیاست کا ہو۔ کہیں ہندی تصورات کارفرما ہیں تو کہیں عجمیت زدہ بیمار ذہن کی جھلک ملتی ہے یا مغرب کی اندھی تقلید کے آثار نظر آتے ہیں۔

قدسی صاحب کی فکر کے نتائج کی توثیق تاریخی حقائق وشواہد سے ہوسکتی ہے یا کس حد تک ہوسکتی ہے؟ ایک اہم مسئلہ ہے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہم کوئی ایک توجیہی مسلمہ پیش نظر رکھ کر حقائق وواقعات میں سے چند کی صحیح توجیہہ کرلیں لیکن اس مسلمہ کی حقانیت اس وقت تک مشکوک رہے گی جب تک سارے متعلقہ امور کی اس ایک مسلمہ روشنی میں توجیہہ نہیں ہوجاتی۔ میری دانست میں برصغیر ہندو پاک کی سماجی زندگی کے ایسے بہت سے پہلو ہیں جو قدسی صاحب کے توجیہی مسلمہ کے دائرہ میں نہیں آتے ہندو پاک کے روایتی جاگیردارانہ ماحول میں صنعت وحرفت میں ترقی ہوئی مثلاً پارچہ بافی، تعمیریات، جہاز سازی، دھات و اسلحہ سازی وغیرہ، سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے ہند کی جو تصویر قدسی صاحب کے سامنے ہے اس میں الور، بھرت پیر، اور آگرہ کے پارچہ بافی کے کارخانوں اور اسلحہ ساز ماہرین کا ذکر نہیں جن کی مصنوعات اس وقت یورپ کو روانہ کی جاتی تھیں۔ یورپ کی قدیم چھاؤنیاں مثلاً گرانز وغیرہ میں ہند کے مسلم فوجی سامان کے ماہرین استاد خدا بخش مغل، استاد کریم بخش الوری وغیرہ کے مہر لگتے تھیں

ہزار سپاہیوں کے لیے تلواریں، تیغ، تیمچے، خنجر، اور سگنل کا سامان نظر آتا ہے۔ یہ صورت سلک، چھینٹ، ململ، کمخواب، زربفت، اور دوسرے اقسام کے کپڑوں کی ہے جن کے ہزاروں چھوٹے چھوٹے بڑے کارخانے پورے ہند میں تھے اور انہوں نے لاکھوں کرخندار اور ہنرمند تربیت کیے تھے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے لکھنے والے بیسویں صدی کے صنعتی یورپ کو ۱۸ ویں صدی کے مسلم ہند میں دیکھنے کی خواہش چھوڑ کر صحیح تاریخی شواہد اور تناظر سامنے رکھیں۔

تعمیرات اور مصوری میں مسلمانوں کی روایات مستند ہیں اکبر نے مغربی یورپ کے مصوروں کی تصاویر کی نقول کروائیں لیکن وہ یہاں نہ چل سکیں بلکہ مصوری کی ایک خالص ہندی مسلم روایت پڑی جس کے اثر سے کانگڑا مصوری عمل میں آئی جو مسلم فن کی ہندی مصوری پر واضح اثر کی نمایاں مثال ہے۔ مجھے امید ہے کہ قدسی صاحب ان امور پر کتاب کی آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے کہ یہ صنعت و حرفت داخلی اسباب سے یا خارجی عوامل سے تباہ و برباد ہوئی؟ اور اس سے برصغیر کی معیشت اور بالآخر سماجی و ثقافتی زندگی پر کیا اثر ہوا؟

قدسی صاحب نے ہندو پاک میں مسلمانوں کے علم اور تعلیمی رویوں پر سیر حاصل بحث کی ہے جو لائق توجہ ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ہمارے علماء اور مولویوں کے بارے میں جو لکھا ہے اساسی طور پر اس سے مختلف نہیں جو ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی ہندو پاک کی ملت اسلامیہ میں لکھا ہے۔ تینوں جگہ ہمیں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ایک

طرف سرکاری سرپرستی نے علماء کا ایک حمایتی گروہ پیدا کیا اور دوسری طرف آزاد علما کی جماعت سامنے آئی اور ان کے باہمی اختلافات نے ایک واحد دینی اور سیاسی زندگی کو جنم نہ ہونے دیا۔ قدسی صاحب نے ہمارے علماء کی جس مصلحت پرستی کا ذکر کیا ہے وہ یقیناً ایک ایسا سماجی ناسور ہے جس کا علاج جتنا جلد ہو اچھا ہے۔ مصلحت اندیشی ہمارے مزاج میں ایسی سرایت کر گئی ہے کہ آج لوگ جانے والوں کو آنے والوں کی خاطر برا کہتے ہیں اور اس کی مختلف تاویلیں دیتے ہیں کہ جب ایک زمانے میں جانے والوں کا اچھا ذکر نہ کرتے تو انہیں برا بھی نہ کہتے تھے۔ پہلے آگے جانے والوں پر مرثیہ لکھا جاتا تھا اب ہجو کہی جاتی ہے۔ عمرانیات داں اور ماہرین نفسیات نفسیاتی رویوں کی اس تبدیلی کا جائزہ لیں تو یقیناً عمدہ تحقیق ہو سکے گی۔

قدسی صاحب نے دورِ حاصل میں تصوف سے بیزاری کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ تصوف ک اساس عمل ہے لیکن پیران طریقت میں اہل حال وعمل کا فقدان ہے سب اہل قال یا بقول قدسی صاحب "قوال" ہیں اسی سبب سے انتشار نظر آتا ہے اسی موضوع میں سے تعلیم کا مسئلہ بھی متعلق سمجھتا ہوں قدسی صاحب کے خیال میں تعلیم اور قومی ترقی کا ربط داخلی ہے۔ یہاں انہوں نے نہایت عمدگی سے کہا ہے "ترقی کے لیے خارجی آزادی اور ملکی آزادی کافی نہیں بلکہ داخلی قدرت اور اندرونی حریت ہونا ضروری ہے" اس کے ساتھ ساتھ واضح نصب العین اور عمل کے طریقے بھی سامنے رہنے چاہئیں۔ قدسی صاحب نے تعلیم کے مسئلہ پر جو کچھ

کہا ہے وہ یقیناً سب کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ تعلیمی سیاق میں بحث اور ضمیر کی آزادی اساسی اہمیت رکھتی ہے ۔ اور قدسی صاحب نے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔

آخر میں قدسی صاحب کی کتاب کے پہلے حصہ کی طرف بھی اشارہ کرتا ہوں جس میں انہوں نے جب سے اب تک عنوان کے تحت اپنی سوانح کا خاکہ دیا ہے چند احباب' چند بزرگ' اساتذہ' اہلیان کار اران کے پیشہ ورانہ کارناموں اور لغزشوں کا ذکر کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ اس بات سے اختلاف ہو لیکن اپنی سوانح میں دوسروں کا ذکر اسی حد تک لایا جاتا ہے کہ خود کی زندگی کو ڈھالنے میں ان حضرات نے کیا کردار ادا کیا۔

لیکن اس میں اس کا ذکر کہ ان حضرات نے کیا نہیں کیا کیا کچھ بے محل معلوم ہوتا ہے سوانح کو میں ''محاسبہ ذات'' سمجھتا ہوں ''محاسبہ غیر نہیں'' اور اسی وجہ سے میری دانست میں ''جب سے اب تک'' میں کئی غیر ضروری باتیں شامل ہو گئی ہیں اور بعض جگہ کچھ تاریخی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں مثلاً کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تصنیف و تالیف کا ذکر آیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ادارہ چند گنے چنے افراد ہی کی کتابیں شائع کرتا رہا۔ میری دانست میں یہ صحیح نہیں ہے۔ میری اطلاع کی حد تک اس شعبہ نے اب تک کل دو سو (۲۰۰) اصلاحات وضع و جمع کی ہیں اور ان میں سے تین کتابوں کے دو دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں قدسی صاحب نے اسی طرح جامعات ملک کے بارے میں جو کہا ہے اس کا محور اور مصدر جامعہ کراچی ہے اور

اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جامعہ کے اساتذہ تحقیق و تفتیش اور تصنیف سے کوسوں دور ہیں اور تعلیمی ماحول پست درجہ کا ہے۔ یہ بہت صحیح نہیں کراچی یونیورسٹی کے صرف کلیہ سائنس میں طلبہ کی تعداد جامعات سندھ اور پنجاب کی مجموعی تعداد کے مساوی ہے ملک کے مختلف جامعات کے مقابلہ میں یہاں اعلیٰ تعلیم یافتہ اساتذہ کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔ اور ملک کے مختلف صوبوں سے آنے والوں اور یہاں پڑھنے والوں کی تعداد بھی دوسری جامعات کے نسبت کہیں زیادہ ہے دوسرے صوبوں' اور دور دراز علاقوں سے اس جامعہ میں صرف اسی وجہ سے طلبا آتے ہیں کہ یہاں انہیں نہ صرف اچھی تعلیم ملتی ہے بلکہ یہاں ذہنی آزادی' حریت انسانی' اور بے تعصبی کا درس اور مظاہرہ ملتا ہے۔

مجموعی طور پر قدسی صاحب کی کتاب لائق مطالعہ ہے۔

The End ---------------------- ختم شد